دین ودنیا میں اعتدال وتوازن
تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

فرحت عزیز *

اہل مغرب دین ودنیا کے بارے میں عدم توازن اور بے اعتدالی کا شکار رہے ہیں۔اس عدم توازن کا زیادہ چرچا آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا۔اور موجودہ دور میں اس کا باضابطہ آغاز ہوا۔اسکی بنیادی وجہ اہل مغرب کے نزدیک تمام غیر معینہ حقائق کا مقابلہ کرنے کے لیے بائیبل کو ہی ابدی حقانیت کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔[1] جبکہ تعلیمات اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جوخدائے واحد کی حاکیت کے نظریے پر انسانی زندگی کی عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔یہ تحریک قدیم زمانے سے ایک ہی بنیادو طرز پر چلی آرہی ہے۔اس کے رہنماوہ لوگ تھے۔جن کو رُسل اللہ کہا جاتا ہے۔اس تحریک پر عمل کرنے کے لیے انہی رہنماؤں کے طرز عمل کی پیروی کرنی ہوگی۔جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم اسلام کے نقش قدم کا سراغ لگانے کیلئے قرآن میں بہت مختصر اشارات ملتے ہیں۔جبکہ دیگر ذرائع سے معلومات حاصل کرنے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مثلاً بائیبل کے عہد نامہ جدید میں سیدنا مسیح علیہ اسلام کے متعلق بیشتر غیر مستند اقوال بھی ملتے ہیں۔اس معاملہ میں واضح اور مکمل رہنمائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ملتی ہے کیونکہ صرف آپ ﷺ وہ تنہا رہنما ہیں۔جنکی زندگی کے بارے میں تمام تفصیلات مستند ہیں۔

دین اسلام نے دین فطرت ہوتے ہوئے آپ ﷺ اور آپؐ کے پیروکاروں کو میانہ روی پر چلنے کی تلقین کی ہے۔قرآن میں مسلمانوں اُمت وسط" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔کہ

وکذلک جعلنا کم امۃ وسطًالتکو نوا اشھد آءَ علی الناس و یکُون الرسول علیکم شھیدًا [2]

---

* لیکچرر ایف۔سی کالج، لاہور

ترجمہ: اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دیا۔ جو ہر لحاظ سے اعتدال پر ہے۔ ۲ تا کہ تم مخالف لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں۔

لفظ وسط بفتح السین بمعنی اوسط ہے۔ خیر الامور اور افضل اشیاء کو وسط کہا جاتا ہے۔ (اور اعتدال کے معنی برابر ہونا، یہ لفظ عدل سے مشتق ہے۔ اس کے معنی بھی برابر کرنے کے ہیں۔ ۳ اعتدال و توازن سے مراد نہ کمی نہ زیادتی، درمیانی وضع، میانہ روی، ہم وزنی، برابری اور تناسب ہے۔) ۴ امت وسط کا لفظ اپنے اندر اسقدر وسیع معنویت رکھتا ہے۔ کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے۔ جو عدل و انصاف اور توسط کی روشنی پر قائم ہو۔

جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حثیت رکھتا ہو۔ جس کا سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو۔ اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔ ۵ وسط اور اعتدال الفاظ مترادف ہیں۔ لہذا مفسرین نے ''امت وسط'' کی تفسیر قرآن کی اس آیت سے کی ہے۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر۔ ۶

ترجمہ: تم لوگ ایسی اچھی جماعت ہو جو لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلاتے ہو۔ اور بری باتوں سے روکتے ہو۔

امت محمدیہ دنیا اور آخرت میں گواہ ہے۔ دنیا میں اس کی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے۔ اور قیامت کے روز جب باقی پیغمبروں کی اُمتیں اللہ کے حضور عرض کریں گی۔ کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام حرف بحرف پہنچا دیا تھا۔ اور جب ان پر اعتراض ہوگا۔ کہ تم اس وقت موجود ہی نہ تھے۔ تم گواہ کیسے بن گئے۔ تو یہ جواب دیں گے۔ کہ اے اللہ! تیرے حبیب محمدؐ نے ہمیں بتایا۔ کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور نبی کریمؐ اپنی اُمت کی صداقت و عدالت کی گواہی دیں گے۔ کیونکہ حضورؐ اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔ ۷

اعتدال خالق کائنات کے آئین قدرت کی شرط اوّل بھی ہے۔ جس کے تحت عناصر کی ترتیب میں بھی ایک حسین اور پختہ توازن قائم کیا گیا ہے۔ پھر اس توازن اور اعتدال کی خاطر اللہ نے ہر

شے کا پختہ اندازہ مقرر فرمادیا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ کہ

وخلق کل شئی فقدرہٗ تقدیراً ۸

ترجمہ: اور اس نے ممکنات میں سے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اور پھر سب کا الگ الگ اندازہ لگایا۔ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ ہر چیز کو ایک اندازہ خاص پر رکھایا، ہر چیز کا ٹھیک پیمانہ مقرر کیا۔ بہر حال کوئی ترجمہ بھی کیا جائے۔ اسکا پورا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے صرف کائنات کو وجود ہی نہیں بخشا۔ بلکہ اس نے ہر چیز کے لیے۔ صورت، جسامت، سیرت و استعداد، اوصاف و خصائص کام اور کام کا طریقہ، بقاء کی مدت، عروج و ارتقاء کی حد اور دوسری وہ تمام تفصیلات مقرر کیں۔ جو اس چیز کی زات سے متعلق ہیں۔ اور پھر اس نے عالم وجود میں وہ اسباب و وسائل اور مواقع پیدا کیے ہیں۔ جن کی بدولت ہر چیز یہاں اپنے اپنے دائرے میں اپنے حصے کا کام کر رہی ہے۔ ۹

اگر یہ توازن نہ رہے۔ تو نظم کائنات ہی درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ یہی نظامِ عالم کی اساس ہے۔ قرآن نے اسی حقیقت کی طرف اسطرح اشارہ فرمایا۔

وتمت کلمة ربك صدقاً و عدلا لامبدل لکلمته

ترجمہ: اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

لیکن جمادی عناصر میں یہ اعتدال طبعی اور جبری ہے۔ وہاں پر اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے سے حضرت انسان کے لیے اسے اختیاری اور انتخابی شے بنا دیا گیا۔ تاکہ اگر وہ چاہے۔ تو اسے اختیار کر کے فلاح دارین حاصل کرلے۔ اور اگر چاہے تو ترک کر کے دنیا و آخرت کی صعوبتوں کا شکار ہو جائے۔ اس انتخاب اور اختیار کی بنیاد پر انسان کو معاشرے میں نظامِ عدل قائم کرنے اور ہر زاویہ زندگی میں عدل و انصاف کو اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ ۱۱

قرآن مجید کی تعلیمات دین و دنیا کے بارے میں توازن اور اعتدال پر مبنی ہیں جبکہ مادہ پرستوں کے نزدیک زندگی جو کچھ بھی ہے۔ یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور موت کے معنی بالکل فنا اور معدوم ہو جانے کے ہیں۔ جسکے بعد حیات، شعور کا احساس، پھل اور نتائج کچھ بھی نہیں۔ قرآن میں کافروں

کے اس رویہ کو واضح کرتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے۔ کہ

وقالو اماھی الا حیا تنا الد نیا نموت و نحیا وما یھلکنا الا الد ھرہ ۔[۱۲]

ترجمہ: اور (منکر) یوں کہتے ہیں۔ کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں۔ اور ہم کو صرف زمانہ کی گردش سے موت آجاتی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔ کہ

وما الحیوۃ الدنیا الا لعب و لھو و للدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون [۱۳]

ترجمہ: اور دنیوی زندگی بجز لہو ولعب کے کچھ نہیں۔ اور آخرت کا گھر متقیوں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں۔

اگر ہم خدائے واحد کی ذات پر مکمل ایمان رکھیں تو ہدایت پذیری کے۔ لیے یہ احساس ہی کافی ہے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اور امتحان وہ لے رہا ہے۔ جو ظاہر و باطن، خفی و جلی، غیب شہادت کا جاننے والا ہے۔ اگر یہ احساس حاصل ہو جائے۔ تو انسان گناہوں میں ملوث نہیں ہو سکتا ارشادات نبویؐ سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ حدیث ہے۔ کہ

الدنیا ملعو نۃ، ملعون مافیھا، الا ذکر اللہ وما والاہ اوعالما اومتعلما [۱۴]

ترجمہ: دنیا ملعون ہے۔ جو اس کے اندر ہے۔ وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے خدا کی یاد کے اور ان چیزوں کے جنہیں اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے۔ اور سوائے عالم اور متعلم کے۔ ایک اور جگہ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ

الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر [۱۵]

ترجمہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ''کہ کافروں اور فاجروں کی خوشحالی پر رشک نہ کرو'' [۱۶]

ارشاد نبوی ہے۔ کہ

''نفسانی خواہشات کی حرص سے بچو۔ کیونکہ یہ تنگدستی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور اسمیں مبتلا کرنے

والے کاموں سے، بچو۔'' ۱۷

ان انسانوں کی محرومی اور نا قدر شناسی پر مقام افسوس ہے۔ جن کو سمع و بصر، دل و دماغ کی نہایت اعلی صلاحیتوں سے آراستہ کر کے پیدا کیا گیا۔ مگر وہ نا قدرے اور ناشکر ہونے کی وجہ سے ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اپنی خواہشات کے امام بن گے ۱۸

انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اعتدال کی راہ انجام کار فائدہ مند ثابت ہوتی ہے تمام معاملات زندگی میں جو شخص اعتدال کی راہ پر چلے گا۔ اسکے چلتے رہنے کے بعد منزل آسان ہو جائے گی۔ مگر جو بے اعتدالی سے کام لے گا۔ اور ضرورت سے زیادہ تیز دوڑے گا۔ اسکے بارے میں خدشہ ہے۔ کہ جلد تھک جائے گا اور پھر درمیانی چال بھی نہ چل سکنے کے باعث پیچھے رہ جائے گا۔ حضورؐ نے میانہ روی کو پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

خیر الا مور اوسطها (وفی لفظ اوساطها) ۱۹

ترجمہ: کاموں میں میانہ روی بہترین عمل ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ

قالا الا تاۃ من الله و العجلة من الشیطنٰ . ۲۰

ترجمہ: وقار اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں توازن و اعتدال اپنانے کے لیے ضروری ہے۔ کہ روزمرہ زندگی کے معاملات مثلاً عبادات، معاشرت، معشیت، اور سیاست میں میانہ روی کا الگ الگ جائزہ لیا جائے۔ جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. عبادات میں توازن

دین اسلام میں عبادات کا جوڈھانچہ فراہم کیا گیا ہے۔ اس میں اولیت اور مرکزیت عقائد کو حاصل ہے۔ کیونکہ کسی شخص کی کامیابی کی دلیل وہ نقطہ ہوتا ہے۔ جس کے گرد اس کے اعمال کا دائرہ گھومتا ہے۔ قرآنی مفہوم عبادات کی جامع و مانع تفسیر آنحضرت ﷺ نے ان مختصر لیکن بلیغ الفاظ میں فرمادی ہے۔ کہ **انما الاعمال بالنیات** ۲۱ لہذا دین اسلام میں عقائد وہ مرکزی نقط ہیں جو عمل صالح کے دائرے کو مرتب کرتے ہیں۔ اور اجزائے ایمانیات کے عنوان سے یہ ایسے عقائد ہیں۔ جو

افراط وتفریط کی روشنی سے پاک ہیں۔ اس میں اساسی حیثیت عقیدہ توحید کو حاصل ہے۔ عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ نبی اور رسول کے تصور کو عقیدہ رسالت کے حوالے سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ آخرت کا عقیدہ ذہن نشین کرایا گیا۔ اور انسان کے سامنے یہ مقصد متعین کیا۔ کہ وہ دنیا کی زندگی کو بااصول طریقے سے گزارے۔ اسے وہ روشنی عطا کی۔ جسکے حوالے سے نیک عمل کر کے وہ حیات الاخروی میں اپنی جزا کا سامان اکٹھا کر سکتا ہے۔ زندگی کو ایک بوجھ نہ سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمانیت دین اسلام کی خصوصیت نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

ورهبانية ن ابتدعوا ها ما كتبنها عليهم. ۲۲

ترجمہ: اور ترک دنیا کا آغاز انھوں نے خود کیا۔ ان پر اسکو واجب نہ کیا تھا۔

اس بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ۔

لا رهبانية في الاسلام ۲۳

ہر انسان کو یہ تسلی فراہم کی گئی ہے۔ کہ وہ اتنا ہی مکلف ہے۔ جتنی اس کے نفس کی طاقت ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ

خذوا من العبادة ما تطيقو ن فان الله لا يسام حتى تساموا ۲۴

ترجمہ: اتنی عبادت کرو۔ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔ بیشک اللہ کو موت نہیں آئیگی۔ یہاں تک کہ تم مرجاؤ گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ کہ ''قرآن ایک مہینے میں پڑھو انہوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ''بیس دن میں پڑھو'' انہوں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ قوت رکھتا ہوں تو آپؐ نے پندرہ اور دس دن میں پڑھنے کو کہا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ قرآن سات دن میں ختم کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آدمی، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، اور عمرہ ادا کرنیوالا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے بھلائی کے تمام کام بیان فرمائے۔ اور قیامت کے دن ہر فرد اپنی عقل کے مطابق جزا دیا جائے گا۔ ۲۵

کچھ صحابہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ترک دنیا کے مختلف پہلو بیان

کیے۔ مثلاً ساری عمر روزہ رکھنا، شادی نہ کرنا، دین و دنیا سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ کہ ''بیشک میں تو نماز بھی ادا کرتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ اسی طرح دیگر امور زندگی بھی انجام دیتا ہوں۔ بس تم سب تمام کاموں میں دوام اختیار کرو۔ کیونکہ تھوڑا اور مستقل عمل اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے''۔ ۲۶

حضرت سلمان فارسیؓ ایک دوسرے صحابی حضرت ابوذرؓ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی نہایت معمولی اور میلے کپڑے پہنے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے وجہ دریافت کی تو بولیں۔ کہ ''تمہارے بھائی کو دنیا کی خواہش نہیں ہے۔ اسکے بعد مہمان کے لیے کھانا آیا۔ تو ابوذرؓ نے کہا، میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا۔ میں تو تمہارے بغیر نہیں کھاؤں گا۔ آخر انھوں نے افطار کیا۔ رات ہوئی۔ تو ابوذرؓ نماز کو کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا کہ ابھی سو رہو۔ پچھلی پہر کو حضرت سلمانؓ نے ان کو جگا دیا۔ اور کہا کہ اب نماز پڑھو۔ چنانچہ دونوں نے تہجد کی نماز ادا کی۔ پھر حضرت سلمان فارسیؓ نے ان سے کہا کہ اے ابوذرؓ

ان لربك عليك حقاً ولنفسك عليك حقاً ولاهلك عليك حقاً، ولزورك عليك حقاً فاعط كل ذی حقٍ حقه...

ترجمہ: ''بیشک تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ بس ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو''

حضرت ابوذرؓ نے حضرت ﷺ کی خدمت میں یہ تقریر نقل کی، تو آپؐ نے فرمایا، کہ سلمانؓ نے سچ کہا۔ ۲۷

امام راغب نے مفردات میں حق کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ہر وہ قول یا عمل جو اسطرح واقع ہو، جسطرح کہ اس کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں اور جس وقت اسکا ہونا واجب ہے۔ اس اعتبار سے کہا جائے گا۔ کہ تمہاری بات یا تمہارا فعل حق ہے۔ ۲۸

قرآن میں انسان کو دنیا سے اپنا حصہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تنس نصيبك من الدنيا..... ۵ ۲۹؎

ترجمہ: اور دنیا سے اپنا حصہ مت فراموش کر

لیکن اس صلاحیت کے حوالے سے وہ انفرادی طور پر ذمہ دار بھی ہے۔ اور کسی دوسرے کے اعمال کا اسے جوابدہ نہیں ہونا۔ اللہ کو شاکر و علیم قرار دیتے ہوئے۔ انسانوں کی تشفی کا یہ سامان فراہم کر دیا گیا۔ کہ ذرہ برابر نیکی رائیگاں نہیں جائے گی۔ اور ذرہ برابر برائی کی جوابدہی سے وہ بچ نہ پائیگا۔ ۳۰؎ حیات الدنیا کو عارضی ٹھکانہ قرار دیا۔ اور آخرت کو اسکے خلود اور دوام کے حوالے سے متعارف کرا دیا ۔ ان اجزائے ایمانیات کے ساتھ ساتھ انسان کی نجات کو عمل صالح کے ساتھ مربوط کیا۔ عمل صالح کیلئے ایمان کو لازم ٹھہرایا۔ اور ان دونوں کا ارتباط انفرادی فوز و فلاح کیلیے لازم سمجھا گیا ، تاریخ بنی نوع اس امر کی شاہد ہے۔ کہ صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے ، کہ جنہیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ حقائق کا یقین تھا۔ اور انہوں نے اسی یقین کے مطابق عمل بھی کیا۔ بصورت دیگر انسان خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاک کرتا رہا۔ اور اسے خسران مبین سے کوئی نہ بچا سکا۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں کی حیثیت سے انسانی زندگی کے مقصود و منتہا کو اپنی عبادت قرار دیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ کہ

وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون ۵ ۳۱؎

ترجمہ: اور ہم نے جن و انس کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ عبادت کریں۔

رسول کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

قل ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمين ۵ ۳۲؎

آپؐ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے۔ جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

2۔ معاشرت میں توازن

عبادات کے ساتھ ساتھ اسلام نے اجتماعی معاشرتی زندگی کے لیے ایک بہترین نظام عطا کیا ہے۔ اور تمام انسانوں کو انسان ہونے کے اعتبار سے مساوی مقام پر رکھا گیا۔ ۳۳؎ سب کو آدمؑ

کی نسل سے قرار دیا گیا۔اور دنیاوی پیمانوں پر تخصیص کے رویہ پیدا کرنے سے منع کیا گیا۔جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔کہ ''اے بنی نوع انسانی بے شک تمہارا رب ایک ہے۔اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے۔کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں۔اور نہ کسی عجمی کو عربی پر،اور نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر،مگر پرہیز گاری کی بناء پر'' ۳۴ اگر کوئی امتیاز پیدا کرنیکی اجازت ملی۔تو وہ صرف تقوی کے رویہ کی بناء پر تھی۔دیگر امتیازات جو رنگ ،نسل ،قومیت ،زبان یا جغرافیائی عصبیتوں پر مبنی تھے، انہیں رد کر دیا گیا۔اسلام کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے اصولی اور فکری بنیادوں پر مبنی معاشرت کا احساس دلایا۔مسلمان ہونے کا دعوی کرنے والے لوگوں کو اسلامی معاشرے کا رکن سمجھا گیا۔اور اخوت کے عنوان سے ان کے اس رشتہ کو بھی بیان کیا۔جو امت مسلمہ کو آپس میں ملائے رکھتا ہے۔جو ان کے درمیان تعاون اور همدردی اور ایثار بھی موجود ہے۔

تری المومنین فی ترا مهم و توادهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذااشتکیٰ عضوا تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی ۳۵

ترجمہ: تو مؤمنین کو آپس میں رحم کرنے، محبت کرنے اور ہمدردی کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا۔جسکے ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بخار اور شب بیداری کرتا ہے۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔کہ **کل المسلم علی المسلم ام ماله و عرضه ،ودمه حسب امری من الشر ان حقر اخاه المر ۳٦ ہ**

ایک مسلمان کا مال،عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے ایک آدمی کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ارشاد نبویؐ ہے۔کہ ''باہمی حسد نہ کیا کرو،اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھو،کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف مخالفانہ تدبیر نہ کرے سب اللہ کے بندے بن کر رہیں اور بھائی بھائی ہو جائیں'' ۳۷ آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں ۳۸ آپؐ نے مسلمان بھائی کو گالی دینے کو فسق کہا۔اور قتل کرنے کو کفر ۳۹

معاشرتی تعلیمات میں توازن کے لیے خاندان کے ادارے کو بنیادی اہمیت دی گئی۔جس

میں قوامیت رجال کے تصور کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ بیویوں سے حسن سلوک کی بھی تلقین کی گی، ماں باپ، بہن، بھائی، اولاد اور دیگر رشتوں کی نوعیت کی وضاحت کر دی گئی۔محرمات کے قانون کا بتایا گیا۔قطع رحمی سے اجتناب پر زور دیا گیا ہمسائیوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے کی تلقین کی اور ان کی ہمدردی، تعارف اچھی رفاقت اور حسن سلوک کا حق دار ٹھہرایا اسلامی معاشرت میں انسانوں کے اعمال مجموعی طور پر جس قاعدہ کلیہ پر قائم ہونے چاہیں رسولؐ نے اسکے لیے ارشاد فرمایا۔لاضرر ولاضرار ۴۰

آپ کا یہ ارشاد بھی موجود ہے۔کہ

ان الهدى الصالح والسمت الصالح والاقتصا دجز ء من خمس و عشرين جزءً من النبوة ۴۱

کہ بے شک سیرت اور نیک طریقہ اور میانہ روی نبوت کے اجزاء کا ۲۵واں حصہ ہیں۔
اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع اور فروتنی اختیار کر وحتی کہ ایک دوسرے پر فخر نہ کرو۔اور کوئی ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔۴۲ الغرض اسلامی معاشرے میں اخوت کے جذبہ کو اولین اہمیت دیتے ہوئے فساد اور بگاڑ کو ناپسند کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں آپؐ نے فرمایا۔کہ

يدالله على الجماعة ۴۳۔کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اسلام کی دیگر معاشرتی تعلیمات میں بھی توازن کو مدنظر رکھنا چاہئے مثلاً بولتے وقت ہماری آوازوں میں بھی اعتدال ہونا چاہئے اس بارے میں قرآن سے رہنمائی ملتی ہے۔ارشاد الٰہی ہے۔کہ

واقصد في مشيك واغضض من صوتك ان انكر الا صوات لصوت الحمير ۴۴

اس آیت میں آواز میں میانہ روی کے ساتھ ساتھ انسانی چال کے بارے میں نصیحت کر دی گئی۔یعنی نہ اتنی تیز چال ہو۔کہ متانت اور وقار باقی نہ رہے۔اور نہ ہی اتنی دھیرے کہ ریا کار زاہدوں کی نمائشی چال بن جائے۔

آواز کے ساتھ ساتھ گفتگو میں توازن کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔نہ اتنی طویل گفتگو کی جائے کہ لوگ اکتا جائیں اور نہ ہی اتنی مختصر کہ جس میں ابہام پایا جائے۔اسی طرح دوسروں کے ساتھ

جذبات کے اظہار میں نہ خوشی کے پہلو کو واضح کیا جائے اور نہ غم کا حد سے بڑھ کر اظہار کیا جائے۔ بلکہ الفاظ نہایت معقول ہوں جو بات بھی کی جائے۔ وہ دوسروں کی دل پسندی کے لیے ہو۔ دل آزاری کرنا مقصود نہ ہو آپؐ نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ پر ایمان اور روزہ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ من صمت نجا[46] جو خاموش رہا۔ اس نے نجات پائی۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ جس نے مجھے جبڑوں کے درمیان یعنی زبان کی ضمانت دے دی تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں[47] اسی طرح اگر کوئی شخص بات کرے پھر ادھر ادھر دیکھے بس وہ بات امانت ہے۔[48] آپؐ نے کھانے پینے میں بھی توازن واعتدال کی تلقین کی اور زیادہ سے زیادہ افراد کے موجود ہونے کو باعث برکت کہا گیا۔[49] اسی طرح آپؐ نے ہنسنے میں بھی میانہ روی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ ولا تکثر، تکثر وا واقل الضحك، فان کثره الضحك تميت القلب[50] یعنی زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

الغرض آپؐ نے معاشرت میں توازن کو برقرار رکھنے کیلئے رہبانیت اور قارونیت دونوں پر ضرب کاری کی ہے۔[51] اس بات کی تلقین کی گئی ہے۔ کہ ان تمام انسانی تنظیمات سے فائدہ اٹھایا جائے جو انسانی زندگی کیلئے اخروی فوز وفلاح کا صحیح معیار قائم کر سکیں۔ اور دنیوی زندگی رائیگاں اور ضائع ہونے سے بچ سکے۔ اسلامی تعلیمات کا یہ وہ نقطہ کمال ہے۔ جو ہمیں دنیا کے کسی دوسرے مذہبی نظام میں نہیں ملتا۔

3۔ معشیت میں توازن

اسلام نے معشیت میں توازن کا جو نظریہ پیش کیا ہے۔ اس سے مراد معاشی مساوات یا معشیت میں برابری نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہو اور سعی وترقی کے مواقع سب کیلئے یکساں ہوں۔ اور ہر شخص کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی دولت کو استعمال کر کے اپنی معشیت میں ترقی کر سکے۔ اسلام مساوی نہیں بلکہ منصفانہ تقسیم دولت کا قائل ہے محنت، طاقت، صحت یہ سب چیزیں انسانوں کو یکساں نہیں ملتیں اس لیے دولت کا کسی کے پاس کم یا زیادہ ہونا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام درجات معیشت میں تفاوت کا قائل ہے اور یہ ایک فطری عمل ہے لیکن اس غیر فطری تفاوت جو معاشی نظریات کا ثمرہ ہے۔ اور جس نے انسانوں کو بربادی کے کنارے پر لا کھڑا

کیا ہے، اسلام کے اس اصول سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام ہر ایسے نظام کو رد کرتا ہے جس سے امیر امیر تر ہوتا جائے۔ اور غریب غریب تر، اس بارے میں ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ

تو خذ من اغنیا ئهم فترد فی فقر ائهم فان هم اطاعو الذلك فایاك و کر ائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینه و بین الله حجاب ۵۲

اغنیاء سے لیا جائے اور فقرا کو دیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کے اموال و کرائم کے زیادہ حقدار ہیں اور مظلوم کی پکار سے ڈرو کیونکہ اسکے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ (رکاوٹ) حائل نہیں ہے۔

اسلام نے ہر شخص کو اپنے خرچ میں میانہ روی اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور افراط و تفریط سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ **ولا تجعل ید ك مغلو لة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً ۵۳**

ترجمہ: اور نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ لینا چاہیے۔ اور نہ ہی بالکل کھول دینا چاہیے۔ ورنہ الزام خوری ہو کر ہی دست بیٹھ رہو گے۔

والذین اذا انفقوا لم یسر فوا ولم یقتر وا و کان بین ذلك قواماً ۵۴

ترجمہ: اور جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول کرچ کرتے ہیں اور نہ تنگ کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ **ما عال من اقتصد ۵۵**

ترجمہ ''جس نے معشیت میں میانہ روی اختیار کی۔ وہ تنگدست نہ ہوگا'' یہ بھی ارشاد فرمایا۔

الا قصادفی النفقة ۵۶ ترجمہ'' کہ خرچ میں میانہ روی نصف معشیت ہے۔''

اسلام نے دولت کو خرچ کرنے کے اصول بھی مہیا کیے ہیں۔ ایک مسلمان خرچ کرنے میں اس بات کا پابند ہے کہ اپنی حلال کی کمائی کو خرچ بھی حلال اور جائز کاموں پر کرے چنانچہ قرآن میں متعدد ایسی آیات ملتی ہیں۔ جن میں فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے۔

وکلو واشر بو ولا تسر فوا انه لا یحب المسرفین ۵۷

اور کھاؤ او پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

ولا تبذر تبذیراً ان المبذرین کا نو ا اخوان الشیٰطین... ۵۸

اور مال کو بے موقع مت اڑانا۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔
اجتماعی طور پر بھی اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کہ جو اقوام اپنے وسائل بغیر سوچے سمجھے خرچ کر ڈالتی ہیں۔ انجام کار وہ معاشی طور پر پس ماندگی کا شکار ہوئیں۔

معاشی تعلیمات کے حوالے سے برابری اور مساوات کی فضاء پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور انسان کو حلال وحرام میں تمیز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ ضرویات کے ضمن میں پوری امت کو ایک سمت میں لا کھڑا کیا جائے۔ کیونکہ رزق میں مساوات پیدا نہیں کی گئی بلکہ یہ اللہ کا دستور ہے کہ وہ جس کے لیے چاہے تنگی وفراخی پیدا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان کو محنت کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ کیونکہ بغیر اکتساب کے رزق ممکن نہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ **وان لیس للا نسان الا ما سعی** ۵۹ بے شک انسان کیلیے وہی کچھ ہے جسکی اس نے کوشش کی۔ تنگی وخوشحالی کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ

ما احسن القصد فی الغنی ما احسن القصد فی الفقر......۶۰

کہ دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے محتاجی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ وسائل معاشی کی بربادی سے بھی منع کیا گیا اور وہ ضابطہ اخلاق مرتب کیا۔ جسے عین جنگ کی حالت میں بھی ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔ اللہ کی زمین میں فتنہ وفساد کی ترغیب دینے کی منافقانہ چالوں کو ناپسند فرمایا گیا۔

4۔ سیاست میں توازن

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ اور حیات انسانی کے ہر پہلو کے لئے ہدایت دیتا ہے۔ سیاسی اور قانونی پہلو سے مراد وہ تعلیمات میں جو معاشرت کو منظم کرنے کا باعث بنتی ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کروائی گئی۔ کہ تمام کائنات میں حاکمیت اعلی صرف اللہ تعالی کی ذات کو حاصل ہے انسان اس دنیا میں اللہ کا نائب اور خلیفہ متصور ہوگا۔ کیونکہ حاکمیت الھیہ کے تقاضے اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایسے ہیں۔ جو صرف اللہ کی ذات کو روا ہیں۔ قانون الھیہ کی حکمت کا تصور بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ تمام امت مسلمہ کو بنی نوع انسان کو ملا کر بھی یہ اختیار حاصل

نہیں۔کہ وہ اس قانون میں بنیادی اعتبار سے تبدیلی کر سکے اسلامی ریاست میں اولی الامر کی اطاعت مسلمانوں پر لازم کردی گئی جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے۔کہ یایھا الزی امنو ا اطیعوا الله و اطیعو الرسول و الی الا مر منکم ....٥٩۔٦١ یعنی اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔اور ان لوگوں کی بھی جن کو اختیار دیا گیا ہے۔

امیر کی اطاعت کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ

من اطاع امیری فقد اطاعنی ٦٢

''کہ جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی''۔

دنیا میں ریاست کی حدود کے اندر امت مسلمہ کو اپنے تمام امور اور مسائل باہمی رائے سے طے کرنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وشاورھم فی الامر ٦٣

''اور ان کے امور آپس کے مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔٦٤

تمام افراد ملت کو قانونی اعتبار سے عدل اور مساوات کے ضابطہ کا پابند کیا گیا اور اس کی وجہ سے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کو پسند نہیں کیا گیا۔قانون کی نگاہ میں سب کو برابر درجہ دینے کی تلقین کی گئی۔دین اسلام کے سیاسی و قانونی نظام کا اختصاص یہ بھی ہے کہ اس میں اخلاقیات کا ایک امتزاج قائم کیا گیا تا کہ سختی اور درشتی کا پہلو پیدا نہ ہو۔چنانچہ ذائل اخلاق اور فضائل اخلاق کے حوالے سے جو اخلاقی ضابطے اخلاقیات کی رہنمائی کرتے ہیں۔و قانونی امور کو زیادہ خوبصورت شکل عطا کرتے ہیں۔بندگی و غلامی اور اس کے مدمقابل آقا و مالک ہونے کے تمام تفرقات کو مٹا کر احترام آدمیت کا درس دیا گیا۔دنیا میں رائج مختلف پیمانوں کی بجائے،اہلیت،استعداد اور قابلیت کی فرمانروائی کی گئی۔

رسول اللہ ﷺ آخری نبی تھے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی شدہ ان تعلیمات کے عملی نفاذ کے ذریعے آپؐ نے ایک انقلاب پیدا کیا۔٦٥ تاریخ کے صفحات میں وہ مثالیں آج بھی محفوظ ہیں۔قرآن حکیم کی تعلیمات میں ولولہ انگیز نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت آج بھی موجود ہے۔اگر ان نتائج کی ضمانت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ دعوی شاعرانہ نقل بن جائے اور وہ نتائج جو عہد رسالت میں منظر عام پر

آئے اگر وہ اب پیدا نہ ہو تو قرآن حجۃ من بعد الرسول نہ رہے۔ قرآن میں وہ انقلابی صفات آج بھی موجود ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے مادیت پرستی کے اثرات کو دور کر کے اپنے اندر دینی جذبہ پیدا کریں۔ اور اس قسم کی تبدیلی صرف قانون ساز ہستیوں سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سیرت ساز ذہنیت ہی یہ ولولہ انگیز اثرات مرتب کر سکتی ہے جو مسلمانوں کی غیرت اور جذبہ دینی کو اس طرح جھنجوڑ دے۔ کہ اس میں موجود تمام خامیوں کی اصلاح ہو سکے۔

مصادر و مراجع

۱۔ سلیم اختر، بنیاد پرستی ص: ۷۹ تا ۸۱ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ت۔ن، محمد الیاس بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش ص: ۱۵ احرا پبلی کیشنز لاہور۔

۲۔ سورۃ البقرہ: ۱۴۳

۳۔ الزبیدی، ابی فیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی، تاج العروس من جواہر القاموس ج: ۱۵، ص ۱۷۴ المکتبہ التجاریہ

۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی لسان العرب، ج: ۹ ص: ۸۸ دار احیاء التراث العربی بیروت،

۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج: ۱ ص: ۳۶۵ تا ۳۶۶ ادارہ المعارف کراچی، ۱۹۸۹

۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفدا ء تفسیر ابن کثیر، ج: ۱ ص: ۲۴۴ مکتبہ قدوسیہ لاہور اگست ۱۹۹۴

۴۔ تابش، ذوالفقار احمد، اعجاز اللغات مادہ: عدل، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔ ۱۹۸۲

۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، مادہ: عدل: علمی کتب خانہ لاہور۔ ت، ن

۵۔ سید مودی، تفہیم القرآن، ج: ۱ ص: ۱۱۹ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ ت، ن

۶۔ سورۃ آل عمران، ۱۱۰

۷۔ امیر علی، سید، مواہب الرحمٰن، ج: ۲ ص: ۳ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، ت۔ن الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج: ۱ ص ۱۰۱ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۳۹۹

۸۔ سورۃ الفرقان: ۲

۹۔ سید مودودی، تفہیم القرآن، ج: ۳ ص ۴۳۴

۱۰۔ سورۃ الانعام: ۱۱۵

۱۱۔ عبد الجبار، محمد، سیرت مجمع کمالات ﷺ ص: ۲۶۷ ادارہ تعلیمات سیرت علامہ اقبال کالونی، اشاعت اول ۱۹۸۸

۱۲۔ سورۃ الجاثیۃ ۲۴۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات ص: ۲۹۱، کراچی ۲۰۰۱

۱۳۔ سورۃ الانعام:۳۲

۱۴۔ القزوینی، ابی عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ج:۲ص:۱۳۷۷دار احیاء التراث العربی بیروت۔ب،ت

۱۵۔ المرجع السابق: ج:۲ص:۱۳۸۸

۱۶۔ البغوی، ابی محمد الحسین بن مسعود، مصابیح السنۃ، ج:۲ص:۳۱۱عباس احمد الباز مکۃ المکرّمہ ۱۹۹۸م

۱۷۔ الہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوئد ومنبع الفوائد، ج:۱۰ص:۲۶۰دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴م

۱۸۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ج ص:۵۰۰مکتبہ جدید پریس لاہور، ۱۹۸۹
سید قطب شہید، فی ظلال القرآن، ص۴۷۹محمد رضا پرنٹرز

۔ لاہور، ۱۹۹۶۔ الحقانی، عبدالحق الدھلوی، تفسیر حقانی، ج:۷ص:۱۷۷الفیصل لاہور۔ت،ن۔

۱۹۔ العجلوانی الجراحی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء ومزیل الالباس، ج:۱ص:۳۹۱مکتبہ الغزالی دمشق۔ت،ن

۲۰۔ الخطیب التبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲ص:۶۲۵، منشورات المکتب الاسلامی بدمشق، ۱۹۶۱م

۔ بنت الاسلام، اسوہ حسنہ، ص:۳۰۱بزم بتول لاہور، ۱۹۹۵

۲۱۔ البخاری محمد بن اسماعیل الجعفی، الجامع الصحیح، ج:۱ص:۳دار ابن کثیر، بیروت، ۱۹۹۰م

۲۲۔ سورۃ الحدید، اصلاحی، صدر الدین، ص۲۷، اسلام ایک نظر میں، ص۱۷۶

۲۳۔ العجلوانی۔کشف الخفاء، ج:۲، ص:۳۷۷

۲۴۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۲ص:۲۳۳

(عبداللہ بن عمر والی حدیث کو السجستانی نے سنن ابی داوٗد، ج:۲ص:۱۱۲میں روایت کیا

ہے۔یہ کتاب دارالفکر سے ۱۹۱۳ کو شائع ہوئی۔اس حدیث میں رسولؐ نے قرآن کو کم از کم سات دن میں ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔اور یہ بھی کہ اس تعداد میں اضافہ کیا جائے۔)

۲۵۔ البیھقی ،ابی بکر احمد بن الحسین ،شعب الایمان ،ج:۴ص:۵۴۱دارالکتب العلمیۃ بیروت ، ۱۹۹۰م

۔ المنذری ،زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی ،الترغیب والترھیب ،ج:۳ص:۱۸۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ،۱۹۸۰م

۔ الطحاوی ،ابی جعفر محمد بن سلامۃ الازدی مشکل الاثار ،ج:۲ص:۱۲۵ مجلس دارانظام الھند۔ب،ت۔

۲۶۔ الہیثمی ،مجمع الزوائد ،ج:۲ص:۲۳۳:۳۳۳ ۵

۲۷۔ البخاری ،الجامع الصحیح ،ج:۲ص:۶۹۵

۲۸۔ الاصفہانی ،راغب ،مفردات القرآن ،ص ۲۵۰ تا ۲۵۲ ط۔ن لاہور ۔۱۹۸۷

۲۹۔ سورۃ القصص ۔۷۷

۳۰۔ سورۃ القارعۃ ۶:۸

۳۱۔ سورۃ الذاریات ۔۵۶

۳۲۔ سورۃ الانعام:۱۶۲

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے (اصغر علی روحی ،مافی الاسلام ج:۲ص:اضلع گوجرانوالہ ،ت،ن۔

Khalifa Abdul Hakim, Islamic Ideology p-85 Institute of Islamic Culture, Lahore. 1998

Abdul Qayyum, Islam in Perpective p-24, Tehsil & Distric Chakwal 1986

Ammer Ali, Syed Spirit of Islam P-41 Sane Meel Publication Lahore. N.D

سید مودودی، تفہیمات، ص ۔ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۴۰

۳۳۔ سید، مودودی، اسلامی ریاست کا فلسفہ، نظام کار اور اصول حکمرانی، ص: ۲۰۹ تا ۲۱۵ (مرتبہ خورشید احمد) اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۔ ۱۹۷۲، صدیقی، حیدر زمان، اسلامی نظریہ اجتماع، ص: ۱۳۹ یونیورسل بکس لاہور ۔ ۱۹۸۶

۳۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج: ۴ ص: ۲۵۹ تا ۲۶۰ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ ـ ۱۹۹۵

۳۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج: ۷ ص: ۷۸

۳۶۔ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ج: ۱ ص: ۲۱۴ المکتبۃ الاثریۃ پاکستان، الطبعۃ الاولی ۱۳۶۸ ابی عیسی، محمد بن عیسی، الجامع الصحیح، ج: ۲ ص: ۲۳

۔ مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، ج: ۵ ص: ۱۰۷، المکتبۃ التجاریۃ بیروت، ب، ت۔

۳۷۔ الدارمی، محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن لہرام، سنن الدارمی، ج: ۲ ص: ۲۹۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ب، ت

۳۸۔ البیھقی، شعب الایمان، حدیث نمبر ۷۴۵۸

۳۹۔ القزوینی، سنن ابن ماجہ، ج: ۲ ص: ۱۲۹۹

۴۰۔ احمد بن حنبل، مسند، ج: ۱ ص: ۵۱۵، مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۱۹۹۳

۴۱۔ مالک بن انس ـ الموطا، ج: ۲ ص: ۹۹۵

۔ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵م

۴۲۔ مسلم، ج: ۲ ص: ۹۹۳ بستوی، عبدالسلام، اسلامی خطبات ۲/ ۹۴، المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰م

۴۳۔ الطبرانی، ابی القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، حدیث ۴۸۴۹، مکتبۃ المعارف الریاض، ۱۹۹۵م

۴۴۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ ج:۶ص:۲۵۸ الفیصل ناشران، لاہور مارچ ۱۹۹۱

۴۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج:۵ص:۲۳۷۶

۴۶۔ الدارمی، سنن الدارمی کتاب الرقاق۔۵

۴۷۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج:۵ص:۲۳۷۶

۴۸۔ التبریزی، مشکٰوۃ، ج:۲ص:۶۲۶

۴۹۔ الشامی، محمد بن یوسف، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج:۷ص:۲۶۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۳م

۔ النسائی ابی عبد الرحمٰن، احمد بن شعیب، کتاب السنن الکبریٰ ج:۴ص:۱۱۷، ۱۹۹۱م

۵۰۔ القزوینی، سنن ابن ماجہ، ج:۲ص:۱۴۰۳

۵۱۔ الھندی، علاؤالدین متقی بن حسام الدین البرہان، کنز لاعمال فی سنن الاقوال والافعال، ج:۳ص:۲۸ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹م

۵۲۔ النیسابوری، الجامع الصحیح، ج:اص:۳۸ دار المعرفۃ بیروت، ب،ت

۵۳۔ سورۃ بنی اسرائیل ۲۹

۵۴۔ سورۃ الفرقان۔۶۷

۵۵۔ الذہبی محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج:۳ص:۲۵۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵

۔ ابن عدی، احمد بن عبد اللہ بن احمد، الکامل فی الرجال ج:ص:۲۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷م

۵۶۔ التبریزی، مشکٰوۃ، ج:۲ص:۶۲۶

۵۷۔ سورۃ الاعراف، ۳۱

۵۸۔ سورۃ بنی اسرائیل۔۲۶ تا ۲۷

۵۹۔ سورۃ النجم۔۳۹

۶۰۔ المتقی الھندی، کنزالعمال [illegible] ص:۲۸

۶۱۔ سورۃ النساء:۵۹

۶۲۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج:۴، ص:۷۵

۶۳۔ سورۃ آل عمران۔۱۵۹ تفصیل کے لیے دیکھئے (سندیلوی، محمد اسحٰق، اسلام کا سیاسی نظام، ص:۱۴ اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۹۱)

۶۴۔ سورۃ الشوریٰ۔۳۸

۶۵۔ ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، ص:۱۰۴ منصور پریس لاہور، ت،ن
عبدالحمید، آخری نبی ﷺ اور ان کی تعلیمات، فضل سنز لمیٹڈ کراچی، ستمبر ۱۹۹۸

****